دعوت وتبلیغ کے آداب

محترمہ رضوانہ عثمان

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیارے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا:

علماء انبیاء کے وارث ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رشد وہدایت کیلئے یکے بعد دیگر اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کو ہر قوم کیلئے مبعوث فرمایا۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنے اپنے زمانہ میں اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچایا۔ ان تمام نبیوں کے بعد علماء کو انبیاء کا وارث قرار دے دیا گیا۔ ہر وہ انسان جس کو اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کی سمجھ بوجھ عطا کی ہے اس پر فرض ہے کہ وہ تمام لوگوں تک بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا پیغام پہنچائے۔ اگر ہم قرآن وحدیث کے بتائے ہوئے اصولوں پر عمل کرتے ہوئے تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں تو پھر ہم صحیح معنوں میں انبیاء کرام کے جانشین بننے کے حقدار ہیں۔ یہاں پر دعوت وتبلیغ کے چند آداب پیش خدمت ہیں۔ جن پر عمل پیرا ہونے سے ہماری زندگیاں سنور سکتی ہیں۔

۱۔ دعوت وتبلیغ میں حکمت اور سلیقے کا پورا پورا خیال رکھیئے اور ایسا طریق کار اختیار کیجئے جو ہر لحاظ سے موزوں پروقار مقصد سے ہم آہنگ اور مخاطب میں شوق اور ولولہ پیدا کرنے والا ہو۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن

اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دیجئے حکمت کیساتھ عمدہ نصیحت کیساتھ اور مباحثہ کیجئے تو ایسے طریقے پر جو انتہائی بھلا ہو۔

قرآن کی اس جامع آیت سے تین اصولی ہدایات ملتی ہیں:

۱۔ دعوت وحکمت کے ساتھ دی جائے۔

۲۔ نصیحت اور فہمائش عمدہ انداز میں کی جائے۔

۳۔ مباحثہ بھلے طریقے پر کیا جائے۔

حکمت کے ساتھ دعوت دینے کا مطلب ہے کہ خود آپ کو اپنی دعوت کے تقدس اور عظمت کا پورا پورا احساس ہو اور آپ اس گراں بہا دولت کو نادانی کے ساتھ یوں ہی جا بے جا نہ بکھیریں بلکہ آپ موقع محل کا بھی پورا پورا لحاظ رکھئے اور مخاطب کا بھی ہر طبقے ہر گروہ اور ہر فرد سے اس کی فکری رسائی، استعداد صلاحیت ذہنی کیفیت اور سماجی اہمیت کے مطابق بات کیجئے اور ان اٹل قدروں کو باہمی افہام وتفہیم اور دعوت کی بنیاد بنائیے جن میں باہم اتفاق ہو اور جو قربت وقبولیت کے لئے راہ ہموار کریں۔

عمدہ نصیحت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ اس سوز، خیر خواہی، اور خلوص کے ساتھ نیک جذبات کو ابھاریئے کہ مخاطب شوق ورغبت کے جذبات سے سرشار ہو جائے اور دین سے اس کا تعلق محض ذہنی اطمینان کی حد تک نہ رہے بلکہ دین اس کے دل کی آواز، روح کی غذا اور جذبات کی تسکین بن جائے۔ تنقید ومباحثے میں اچھا طریقہ اختیار کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ آپ کی تنقید تعمیری ہو، دلسوزی اور اخلاص کی آئینہ دار ہو اور انداز ایسا دلنشین اور سادہ ہو کہ مخاطب میں ضد نفرت، ہٹ دھرمی، تعصب اور حمیت جاہلیت، کے جذبات نہ ابھریں بلکہ وہ واقعی کچھ سوچنے سمجھنے پر مجبور ہو اور اس میں حق کی طلب پیدا ہو۔ اور جہاں یہ کیفیتیں پیدا ہوتی نظر نہ آئیں آپ اپنی زبان روک لیجئے اور اس مجلس سے اٹھ کر چلے آئیے۔

۲۔ ہر حال میں پورے دین کی دعوت دیجئے اور اپنی سمجھ سے اس میں کانٹ چھانٹ نہ کیجئے اسلام کی دعوت دینے والے کو یہ حق ہرگز نہیں ہے کہ وہ اپنی صوابدید کے مطابق اس کے کچھ اجزاء پیش کرے اور کچھ چھپائے۔

اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

واذا تتلی علیھم آیاتنا بینت قال الذین لا یرجون لقائنا ائت بقران غیر ھذا او بدلہ قل ما یکون لی ان ابدلہ من تلقائی نفسی ان اتبع الا ما یوحی الی انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم قل لو شاء اللہ ما تلوتہ علیکم ولا ادرکم بہ فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون۔ فمن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا او کذب بایتہ انہ لا یفلح المجرمون (یونس)

اور جب ان کو ہماری کھلی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو جو لوگ ہماری ملاقات کا یقین نہیں رکھتے وہ کہتے ہیں اس قرآن کے بجائے کوئی دوسرا قرآن لایئے یا اسی میں کچھ تغیر وتبدل کر دیجئے آپ فرما دیجئے کہ میں اپنی طرف سے ہرگز اس میں کچھ کمی بیشی نہیں کر سکتا میں تو خود

اسی وحی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف بھیجی جاتی ہے۔ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے ایک بڑے ہولناک دن کے عذاب کا خوف ہے اور کہئے اگر خدا نے یہ نہ چاہا ہوتا کہ میں یہ قران تمہیں سناؤں تو میں کبھی نہ سنا سکتا اور نہ ہی تمہیں اس سے واقف کرتا پھر اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوگا۔ جو ایک جھوٹی بات گھڑ کر خدا کی طرف منسوب کرے یا خدا کی آیات کو جھوٹا قرار دے یقیناً مجرم لوگ کبھی فلاح نہیں پا سکتے۔

حالات کیسے ہی ناسازگار ہوں داعی کا کام بہرحال یہی ہے کہ وہ دین کو اپنی اصل اور مکمل حالت میں پیش کرے اور خدا کے دین میں کمی بیشی اور حالات کے تقاضوں کے تحت اپنی سمجھ سے اس میں تغیر وتبدل بہت بڑا ظلم ہے اور ایسے لوگوں کی دنیا بھی تباہ ہوتی ہے اور آخرت بھی۔ اسلام اس خدا کا بھیجا ہوا دین ہے جس کا علم پوری کائنات کا احاطہ کئے ہوئے ہے جو ازل سے ابد تک کا یقینی علم رکھتا ہے۔ اور جس کا نقطہ نظر غلطی سے قطعاً پاک ہے جو انسانی زندگی کے آغاز سے بھی واقف ہے۔ اور انجام سے بھی اور جس کی مشیت کے تحت ہی انسانی معلومات میں روز بروز حیرت انگیز وسعت پیدا ہو رہی ہے اور انسانی زندگی میں غیر معمولی ترقیاں رونما ہوتی جارہی ہیں۔ کسی اور کیلئے تو بھلا کسی کمی بیشی کی کیا گنجائش ہوگی جب کہ خود داعی اول کا مقام یہ بتایا گیا ہے کہ وہ ایک مثالی فرمانبردار کی طرح اس دین کی پیروی کریں اور نافرمانی کے تصور سے لرزتے رہیں۔

۳۔ دین کو اس حکمت کے ساتھ فطری انداز میں پیش کیجئے کہ وہ غیر فطری بوجھ محسوس نہ ہو۔ اور لوگ بدکنے اور متنفر ہونے کی بجائے اس کو قبول کرنے میں سکون اور راحت محسوس کریں اور آپ کی نرمی، شیریں زبانی اور حکیمانہ طرز دعوت سے لوگ دین میں غیر معمولی کشش محسوس کریں۔ حضرت معاویہ بن حکمؓ فرماتے ہیں ایک بار میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ ایک آدمی کو چھینک آئی میں نے نماز میں ہی یرحمک اللہ کہہ کر چھینک کا جواب دے دیا لوگ مجھے گھورنے لگے میں نے کہا خدا تمہارا بھلا کرے مجھے کیوں گھور رہے ہو؟ تو لوگوں نے مجھے خاموش رہنے کا اشارہ کیا میں خاموش ہو گیا جب نبی اکرم ﷺ نماز سے فارغ ہو گئے میرے ماں باپ آپ پر قربان میں نے ایسا بہترین تعلیم وتربیت کرنے والا نہ ان سے پہلے کبھی دیکھا اور نہ ان کے بعد۔ آپ نے نہ تو مجھے ڈانٹا اور نہ مارا اور نہ برا بھلا کہا صرف یہ فرمایا دیکھو! یہ نماز ہے نماز میں بات چیت کرنا مناسب نہیں نماز تو نام ہے خدا کی پاکی اور برتری بیان کرنے کا اس کی بڑائی بیان کرنے اور قرآن پڑھنے کا۔

۴۔ اپنی تحریر، تقریر اور دعوتی گفتگو میں ہمیشہ اس اعتدال کا اہتمام رکھئے کہ سننے والوں پر امید کی کیفیت بھی طاری رہے اور خوف کی بھی نہ تو خوف پر ایسا مبالغہ آمیز زور دیجئے کہ وہ خدا کی رحمت سے مایوس ہونے لگیں اور اپنی اصلاح اور نجات انہیں نہ صرف مشکل بلکہ محال نظر آنے لگے اور نہ خدا کی رحمت اور بخشش کا ایسا تصور پیش کیجئے کہ وہ بالکل ہی بے باک اور غیر ذمہ دار بن جائیں اور خدا کی بے پایاں رحمت وبخشش کا سہارا لے کر نافرمانیوں پر کمر باندھ لیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

بہترین عالم وہ ہے جو لوگوں کو ایسے انداز سے خدا کی طرف دعوت دیتا ہے کہ خدا سے مایوس نہیں کرتا اور نہ خدا کی نافرمانی کیلئے انہیں رخصتیں دیتا اور نہ خدا کے عذاب سے انہیں بے خوف بناتا ہے۔

۵۔ دعوتی کوششوں میں دوام اور تسلسل پیدا کیجئے اور جو پروگرام بنائیں اسے استقلال اور ذمہ داری کے ساتھ برابر چلاتے رہنے کی کوشش کیجئے پروگراموں کو ادھورا چھوڑنے اور نئے نئے پروگرام بنانے کی عادت سے بچئے تھوڑا کام کیجئے لیکن مسلسل کیجئے۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

بہترین عمل وہ ہے جو مسلسل کیا جاتا رہے چاہے وہ کتنا ہی تھوڑا ہو۔

۶۔ دعوت وتبلیغ کی راہ میں پیش آنے والی مشکلات، تکالیف اور آزمائشوں کا خندہ پیشانی سے استقبال کیجئے اور صبر واستقامت دکھایئے۔

قرآن میں ہے:

وامر بالمعروف وانه عن المنكر واصبر على ما اصابك

اور نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو اور اس راہ میں جو مصائب بھی آئیں ان کو استقلال کے ساتھ برداشت کرتے رہو۔

راہ حق میں مصائب اور مشکلات کا آنا ضروری ہے۔ آزمائش کی منزلوں سے گزر کر ہی ایمان میں قوت آتی ہے۔ اور اخلاق وکردار میں پختگی پیدا ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خدا اپنے ان بندوں کو ضرور آزماتا ہے۔ جو ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں اور جو اپنے دین وایمان میں جتنا زیادہ پختہ ہوتا ہے۔ اس کی آزمائش بھی اسی لحاظ سے سخت ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ولنبلونكم بشيء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرين. الذين اذا اصابتهم مصيبة قالوا انا لله وانا اليه راجعون. اولئك عليهم صلوات من ربهم ورحمة واولئك هم المهتدون.

اور ہم ضرور تمہیں خوف وخطر، فاقہ کشی، جان ومال کے نقصانات اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کر کے

تمہاری آزمائش کریں گے ان حالات میں جو لوگ صبر کریں اور جب کوئی مصیبت پڑے تو کہیں کہ ہم خدا ہی کے ہیں اور خدا ہی کی طرف ہمیں پلٹ کر جانا ہے انہیں خوشخبری دے دیجئے ان پر ان کے رب کی طرف سے عنایات ہوں گی اور اس کی رحمت ان پر سایہ کرے گی اور ایسے ہی لوگ راست رو ہیں۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ! سب سے زیادہ سخت آزمائش کس شخص کی ہوتی ہے آپ نے فرمایا: انبیاء کی پھر جو دین و ایمان میں ان سے زیادہ قریب ہو اور پھر جو اس سے قریب ہو آدمی کی آزمائش اس کے دین کے اعتبار سے ہوتی ہے پس جو شخص اپنے دین میں پختہ ہوتا ہے اس کی آزمائش سخت ہوتی ہے۔ اور جو دین میں کمزور ہوتا ہے اس کی آزمائش ہلکی ہوتی ہے اور یہ آزمائش برابر ہوتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ زمین پر اس حال میں چلتا ہے کہ اس پر گناہ کا کوئی اثر نہیں رہ جاتا (مشکوۃ)

اور نبی اکرم ﷺ نے اپنا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا مجھے خدا کی راہ میں اتنا اتنا ستایا گیا کہ کبھی کوئی انسان اتنا نہیں ستایا گیا اور مجھے خدا کی راہ میں اتنا اتنا ڈرایا گیا کہ کبھی کوئی آدمی اتنا نہیں ڈرایا گیا۔ اور ہم پر تیس شب و روز ایسے گزرے ہیں کہ میرے اور بلال رضی اللہ عنہ کے کھانے کیلئے کوئی ایسی چیز نہ تھی جسے کوئی جاندار کھا سکے۔ سوائے اس مختصر توشے کے جو بلال رضی اللہ عنہ کی بغل میں تھا (ترمذی)

اور نبی ﷺ نے فرمایا:

جو شخص صبر کرنے کی کوشش کرے گا خدا اس کو صبر بخشے گا اور صبر سے زیادہ بہتر اور بہت سی بھلائیوں کو سمیٹنے والی بخشش اور کوئی نہیں (بخاری مسلم)

دراصل آزمائشیں تحریک کو قوت پہنچانے اور آگے بڑھانے کا لازمی ذریعہ ہیں۔ آزمائشوں کی منزلوں سے گزرے بغیر کوئی تحریک بھی کامیاب نہیں ہو سکتی بالخصوص وہ تحریک جو عالم انسانی میں ایک ہمہ گیر انقلاب کی دعوت دیتی ہو اور پوری انسانی زندگی کو نئی بنیادوں پر تعمیر کرنے کا منصوبہ رکھتی ہو۔

جس زمانے میں مکے کے سنگدل، نبی ﷺ اور ان کے ساتھیوں پر بے پناہ ظلم و ستم توڑ رہے تھے انہی دنوں کا ایک واقعہ حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

نبی آخر الزمان جناب محمد مصطفی ﷺ بیت اللہ کے سائے میں چادر سر کے نیچے رکھے آرام فرما رہے تھے۔ ہم آپ کے پاس شکایت لے کر پہنچے یا رسول اللہ! آپ ہمارے لئے خدا سے مدد طلب نہیں فرماتے آپ اس ظلم کے خاتمہ کی دعا نہیں کرتے۔ آخر یہ سلسلہ کب تک دراز رہے گا اور کب یہ مصائب کا دور ختم ہوگا نبی ﷺ نے یہ سن کر فرمایا تم سے پہلے ایسے لوگ گزرے ہیں کہ ان میں سے بعض کیلئے گڑھا کھودا جاتا پھر اس کو اس گھڑے میں گھڑ دیا جاتا پھر آرا لایا جاتا اور اس کے جسم کو چیرا جاتا یہاں تک کہ اس کے جسم کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے پھر بھی وہ اپنے دین سے نہ پھرتا اور اس کے جسم میں لوہے کے کنگھے چبھوئے جاتے جو گوشت سے گزر کر ہڈیوں اور پٹھوں تک پہنچ جاتے۔ مگر وہ خدا کا بندہ حق سے نہ پھرتا۔ قسم ہے خدا کی یہ دین غالب ہو کر رہے گا۔ یہاں تک کہ سوار صنعاء سے حضرت موت تک کا سفر کرے گا اور راستے میں خدا کے سوا اس کو کسی کا خوف نہ ہوگا۔ البتہ چرواہوں کو صرف بھیڑیوں کا خوف رہے گا کہ کہیں بکری اٹھا نہ لے جائیں لیکن افسوس کہ تم جلدی مچا رہے ہو (بخاری)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری امت میں برابر ایک گروہ ایسا موجود رہے گا جو خدا کے دین کا محافظ رہے گا جو لوگ ان کا ساتھ نہ دیں گے اور جو لوگ ان کی مخالفت کریں گے وہ ان کو تباہ نہ کر سکیں گے۔ یہاں تک کہ خدا کا فیصلہ آجائے اور یہ دین کے محافظ لوگ اپنی اسی حالت پر قائم رہیں گے (بخاری، مسلم)

۷۔ بے جا رواداری مداہنت اور اصولوں کی قربانی دینے سے سختی کے ساتھ پرہیز کیجئے قرآن پاک میں مومنوں کی تعریف میں کہا گیا ہے۔

اشداء اعلی الکفار

وہ کافروں پر سخت ہوتے ہیں۔

یعنی وہ اپنے دین اور اصول کے مقابلے میں انتہائی شدید ہوتے ہیں وہ کسی حال میں بھی اپنے اصولوں کے معاملے میں کوئی مصالحت یا مداہنت نہیں کرتے وہ سب کچھ برداشت کر سکتے ہیں لیکن دین واصول کی قربانی نہیں دے سکتے۔ مسلمانوں کو خدا نبی اکرم ﷺ کے توسط سے ہدایت دی گئی۔

فلذالک فادع واستقم کما امرت ولا تتبع اھواء ھم

پس آپ اسی دین کی طرف دعوت دیجئے اور جس طرح آپ کو حکم دیا گیا ہے اسی پر مضبوطی کے ساتھ جمے رہئے اور ان لوگوں کی خواہشات کے پیچھے نہ چلئے۔

دین کے معاملے میں مداہنت بے جا رواداری اور باطل سے مصالحت وہ خطرناک کمزوری ہے جو دین و ایمان کو تباہ کر کے رکھ دیتی ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

جب بنی اسرائیل خدا کی نافرمانیوں کے کام کرنے لگے تو ان کے علماء نے ان کو روکا لیکن وہ نہیں رکے تو ان کے علماء ان کا بائیکاٹ کرنے کے بجائے ان کی مجلسوں میں بیٹھنے لگے اور ان کے ساتھ کھانے پینے لگے جب ایسا ہوا تو خدا نے ان سب کے دل ایک جیسے کر دیئے اور پھر حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کی زبان سے خدا نے ان پر لعنت کی یہ اس لئے کہ انہوں نے نافرمانی کی راہ اختیار کی اور اسی میں بڑھتے چلے گئے۔ اس حدیث کے

راوی عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ ٹیک لگائے بیٹھے تھے پھر سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا نہیں اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے تم ضرور لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے رہو گے اور برائی سے روکتے رہو گے اور ظالم کا ہاتھ پکڑو گے اور ظالم کو حق کے آگے جھکاؤ گے اگر تم لوگ ایسا نہ کرو گے تو تم سب کے دل بھی ایک ہی طرح کے ہو جائیں گے اور پھر خدا تمہیں اپنی رحمت اور ہدایت سے دور پھینک دے گا جس طرح بنی اسرائیل کو اس نے محروم کر دیا۔

۸۔ اپنے بچوں کی اصلاح و تربیت اور ان کو اقامت دین کا فریضہ انجام دینے کیلئے تیار کرنا آپ کا اولین فرض بھی ہے اور آپ کی سرگرمیوں کا فطری میدان بھی۔ اس میدان کو چھوڑ کر اپنی تبلیغی و اصلاحی کوششوں کیلئے محض باہر کے میدان تلاش کرنا غیر حکیمانہ اور غیر فطری فعل ہے اور یہ بہت بڑی کوتاہی اور فرار ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ آپ قحط کے زمانے میں اپنے گھر والوں کو بھوک پیاس سے نڈھال اور جاں بلب چھوڑ کر باہر ضرورت مندوں کو تلاش کر کے غلہ تقسیم کرنے کی فیاضی کا مظاہرہ کریں گویا نہ تو آپ کو بھوک پیاس اور قربت و محبت کا احساس ہے اور نہ غلے کی تقسیم کی حکمت ہی سے آپ کا ذہن آشنا ہے۔ قرآن کریم میں مومنوں کو ہدایت دی گئی ہے:

یا ایھا الذین آمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا

مومنو بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے۔ اور نبی اکرم ﷺ نے اس کی تشریح ان الفاظ میں فرمائی ہے۔

تم میں سے ہر ایک نگران اور ذمہ دار ہے اور تم میں سے ہر ایک سے ان لوگوں کے بارے میں باز پرس کی جائے گی۔ جو تمہاری نگرانی میں ہوں گے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا اور شوہر اپنے گھر والوں کا نگران ہے اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں کی نگران ہے۔ تو تم میں سے ہر ایک نگران اور ذمہ دار ہے اور تم میں سے ہر ایک سے ان لوگوں کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی جو اس کی نگرانی میں دیئے گئے ہیں (بخاری و مسلم)

۹۔ اپنے پڑوسیوں اور محلے والوں کی اصلاح و تعلیم کی بھی فکر کیجئے اور اس کو بھی اپنا فریضہ سمجھئے۔

نبی اکرم ﷺ نے ایک خطبہ دیا اور اس میں کچھ مسلمانوں کی تعریف فرمائی پھر فرمایا ایسا کیوں ہے کہ کچھ لوگ اپنے پڑوسیوں میں دین کی سمجھ بوجھ پیدا نہیں کرتے اور انہیں دین نہیں سکھاتے اور انہیں دین سے ناواقف رہنے کے عبرتناک نتائج نہیں بتاتے اور انہیں برے کاموں سے نہیں روکتے؟ اور ایسا کیوں ہے کہ کچھ لوگ اپنے پڑوسیوں سے دین کا علم حاصل نہیں کرتے اور دین کی سمجھ بوجھ پیدا نہیں کرتے اور دین سے جاہل رہنے کے عبرتناک نتائج معلوم نہیں کرتے۔ خدا کی قسم لوگ اپنے پڑوسیوں کو لازماً دین کی تعلیم دیں ان کے اندر دین کی سمجھ بوجھ پیدا کریں انہیں نصیحت کریں ان کو اچھی باتیں بتائیں اور بری باتوں سے روکیں نیز لوگوں کو چاہئے کہ لازماً اپنے پڑوسیوں سے دین سیکھیں، دین کی سمجھ پیدا کریں اور ان کی نصیحتوں کو قبول کریں۔ ورنہ میں انہیں بہت جلد سزا دوں گا پھر آپ منبر سے اتر آئے اور تقریر ختم فرما دی سننے والوں میں سے بعض لوگوں نے دوسروں سے پوچھا یہ کون تھے جن کے خلاف نبی اکرم ﷺ نے تقریر فرمائی؟ دوسرے لوگوں نے بتایا کہ آپ کا روئے سخن قبیلہ اشعر کے لوگوں کی طرف تھا۔ یہ لوگ دین کا علم رکھنے والے لوگ ہیں۔ اور ان کے پڑوس میں چشموں پر رہنے والے دیہاتی اجڈ لوگ ہیں جب اس تقریر کی خبر اشعری لوگوں تک پہنچی تو وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا اے خدا کے رسول آپ نے اپنے خطبے میں کچھ لوگوں کی تعریف فرمائی اور ہمارے اوپر غصہ فرمایا تو فرمائیے ہم سے کیا قصور ہوا آپ نے فرمایا لوگوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے پڑوسیوں کو دین کی تعلیم دیں انہیں وعظ و نصیحت کریں اور اچھی باتوں کی تلقین کریں اور بری باتوں سے روکیں۔ اسی طرح لوگوں کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ اپنے پڑوسیوں سے دین کا علم حاصل کریں ان کی نصیحتوں کو قبول کریں اور اپنے اندر دین کی سمجھ پیدا کریں ورنہ میں بہت جلد ان کو دنیا میں سزا دوں گا۔ یہ سن کر قبیلہ اشعر کے لوگوں نے کہا اے خدا کے رسول کیا ہم دوسرے لوگوں میں سمجھ پیدا کریں آپ نے فرمایا جی ہاں یہ تمہاری ذمہ داری ہے تو یہ لوگ بولے حضور ہمیں ایک سال کی مہلت دیجئے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے ان کو ایک سال کی مہلت دی جس میں وہ اپنے پڑوسیوں کو دین سکھائیں اور دینی سمجھ پیدا کریں۔

۱۰۔ جن لوگوں کے درمیان آپ دعوت و تبلیغ کا خوشگوار فریضہ انجام دے رہے ہوں ان کے مذہبی معتقدات اور جذبات کا احترام کیجئے۔ نہ تو ان کے بزرگوں اور پیشواؤں کو برے نام یاد کیجئے اور نہ ان کے معتقدات پر حملے کیجئے نہ ان کے مذہبی نظریات کی تحقیر کیجئے۔ مثبت انداز میں حکمت کے ساتھ اپنی دعوت پیش کیجئے اور تنقید میں بھی مخاطبین کو بھڑکانے کے بجائے نہایت دلسوزی کے ساتھ ان کے دل میں اپنی بات اتارنے کی کوشش کیجئے۔ اس لئے کہ جذباتی تنقید اور توہین آمیز گفتگو سے مخاطب میں کسی خوشگوار تبدیلی کی توقع نہیں ہوتی البتہ یہ اندیشہ رہتا ہے کہ کہیں حمیت جاہلیت اور تعصب کے ہیجان میں وہ خدا اور دین کی شان میں گستاخی کرنے لگے اور دین سے قریب آنے کے بجائے وہ اور زیادہ دین سے دور ہو جائے۔ قرآن پاک کی ہدایت ہے:

ولا تسبوا الذین یدعون من دون

باقی صفحہ نمبر 16 پر